ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی
صدر شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

بنو ہاشم اور بنو امیہ کی ''رقابت'' کا تاریخی پس منظر

تاریخ اسلام میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کی خاندانی رقابت اور چشمک پر بسا اوقات ضرورت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے، اس مسئلے پر ہمارے مشرقی مصنفین خاص طور سے اردو کے سیرت نگار اور مورخین سب سے زیادہ جوش وخروش کا مظاہرہ کرتے ہیں، (۱) مشہور عام اور مقبول ترین خیال یہ ہے کہ اسلام کے ظہور کے بعد رسول کریم ﷺ کی مخالفت اور عداوت میں اموی خاندان کے افراد سب سے پیش پیش تھے، (۲) اس عداوت کے اسباب عموماً اسلام سے پہلے کے جاہلی عرب کی قبائلی تنظیم میں تلاش کئے جاتے ہیں اور ثابت یہ کیا جاتا ہے کہ یہ عداوت دونوں خاندانوں کی قدیم دشمنی کا تاریخی نتیجہ تھے جو ان کے مورث اعلیٰ یعنی ہاشم اور امیہ کے دور سے چلی آرہی تھی (۳) اس میں شک نہیں کہ ہمارے بعض قدیم مورخین ہاشم اور امیہ کے خاندان کے درمیان دو موقعوں پر منافرت کا حوالہ دیتے ہیں، (۴) لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ شخصی منافرت خاندانی رقابت اور قومی چشمک میں تبدیل ہوگئی تھی اور اس کے اثرات اتنے دیرپا تھے کہ نسل درنسل منتقل ہوتے رہے؟ اور کیا بنو ہاشم اور بنو امیہ زمانہ قبل اسلام میں ایسے دشمن تھے جیسا کہ ثابت کیا جاتا ہے؟ ان تمام سوالات کے جواب کے لئے ہم کو قبیلہ قریش جس کے یہ دونوں خاندان رکن تھے کی تاریخ کے اوراق الٹنے ہوں گے۔

ابن اسحاق (۵) اور ابن سعد (۶) کی روایت کے مطابق قریش کا لقب خاندان ہاشم اور خاندان امیہ کے جد امجد قصی بن کلاب کو ملا تھا، (۷) جو مورخین کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پچیسویں پشت میں اور فہر بن مالک کی چھٹی نسل میں تھے (۸) قصی نے قریش کے مختلف خاندانوں کو جو اس وقت تک بنو نضر (۹) یا بنو فہر کہا جاتا تھا متحد کیا اور مکہ کی سیادت قبیلہ خزاعہ سے منافرت کے ذریعہ حاصل کی تھی (۱۰) تاہم یہ بات ذہن نشیں رکھنے کی ہے کہ قصی بن کلاب کو اپنی تمام جاہ وحشمت کے باوجود مکہ کی مکمل سرداری حاصل نہ تھی اور نہ ہی ان سے قبل قبیلہ خزاعہ کو تمام اختیارات حاصل تھے، دراصل مکہ کی سیاست اشرافیہ (Oligarchy) کے اصول پر قائم تھی جس

میں شہر کے تمام سربرآوردہ خاندانوں کو نمائندگی حاصل تھی مختلف روایات کی تحقیق و تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ حجابہ (تولیت کعبہ)، سقایہ (حجاج کے لئے پانی کی فراہمی)، رفادہ (حجاج کے لئے کھانے کا انتظام)، قیادہ (فوجی کمان) اور لواء (جنگ میں قومی پرچم اٹھانے کا اعزاز) قصی کو خزاعہ سے حاصل ہوا تھا (۱۱)، قصی نے دار الندوۃ (۱۲) کی بنیاد ڈال کر اس کی تولیت بھی اپنے پاس رکھی تھی جس سے ان کے وقار میں اضافہ ہوا تھا، ان اختیارات وعہدوں کے علاوہ بعض اہم عہدے بنونضر کے دوسرے خاندانوں میں نسل در نسل چلے آرہے تھے چنانچہ سفارت ومنافرت کے عہدے قصی کے دادا مرہ بن کعب کے بھائی عدی بن کعب کے خاندان میں منتقل ہوتے رہے، جبکہ دیت ومغارم بنوتیم کے پاس، قبہ (سوار فوج کی سالاری اور خیمہ وخرگاہ کا انتظام) بنومخزوم کے پاس، ازلام وایسار (خانہ کعبہ میں فال کے امور کا عہدہ) بنوجمح کے خاندان میں، مشورہ (قریش کے مجلس شوریٰ کی سالاری) بنواسعد کے افراد میں اور اموال (کعبہ کی آمدنی کی دیکھ بھال اور خزانہ کا اہتمام بنوسہم کے ہاتھ میں ایک نسل سے دوسری نسل کو وراثت میں ملتے رہے (۱۳) عہدوں اور مناصب کی اس تصریح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکہ کی سیاست میں قصی بن کلاب ہی سب کچھ نہیں تھے اور مورخین کے اس بیان کے باوجود کہ وہ اپنی قوم کے بادشاہ کے مانند تھے دوسرے خاندانوں کی ملکی سیاست میں شراکت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، تاہم یہ بات تسلیم ہے کہ قصی اپنی شخصیت اور کارنامو ں کے سبب مکہ کے قبائلی شیوخ میں سب سے زیادہ ممتاز شیخ تھے۔

عام مورخین سے مشہور ترین روایت کے مطابق قصی بن کلاب نے اپنی موت کے وقت اپنے تمام مناصب اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کے حوالے کر دیئے تھے (۱۴)۔ مگر ابن سعد کی ایک اور روایت کے مطابق عبدمناف اپنے باپ قصی کے جانشیں بنے تھے، (۱۵) بہر کیف اس مشہور روایت کے مطابق عبدمناف کے بیٹے ہاشم نے اپنے تین اور بھائیوں عبدشمس، عبدمطلب اور نوفل کی متحدہ کوششوں سے بنوعبدالدار سے ان کے عہدوں کو چھین لینے کا فیصلہ کیا جس کے نتیجے میں قریش تین گروہوں میں بٹ گیا، (۱۶) آخر کار اس امر پر صلح ہوگئی کہ خاندان عبدمناف کو سقایہ اور رفادہ دے دیئے جائیں اور بقیہ عہدے یعنی حجابہ، لواء اور دار الندوۃ بدستور خاندان عبدالدار میں رہیں (۱۷) یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان پانچ عہدوں کے سوا بقیہ سات یا آٹھ مناصب قریش کے دوسرے خاندان کے پاس حسب دستور سابق موجود رہے، گویا کہ بنوعبدالدار کے خلاف ہاشم اور انکے بھائیوں کا متحدہ محاذ مکہ کی سیادت کا مکمل حصول نہیں تھا بلکہ اس میں صرف اپنے حصہ کو پالینے کی حقیقت پنہاں تھی، مگر یہ مشہور عام روایت ازرقی کی روایت سے جو نسبتا غیر معروف ہے قطعی مختلف ہے، اخبار مکہ کے بیان کے مطابق قصی بن کلاب نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ مناصب اپنے دو بیٹوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیئے تھے، چنانچہ بڑے بیٹے عبدالدار کو حجابہ، لواء اور دار الندوۃ ملے تھے جبکہ عبدمناف کے حصہ میں سقایہ، رفادہ اور قیادہ آئے تھے، (۱۸) عبدمناف نے اپنی موت کی گھڑی میں قبائلی تنظیم کے مطابق سقایہ اور رفادہ ہاشم اور قیادہ کا اہم

منصب عبد شمس کو عطا کر دیا تھا، (۱۹) جو ظاہر ہے کہ ایک منطقی تقسیم معلوم ہوتی ہے، ازرقی کے اس بیان کے مطابق ہاشم کے لئے بنوعبدالدار سے مناصب کے لئے الجھنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اس لئے وہ ہاشم اور عبدالدار کے خاندان کے درمیان ہونے والے مبینہ اختلاف کا سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے، ازرقی کی روایت قرین قیاس زیادہ منطقی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسلام سے قبل کے جاہلی نظام میں جبکہ مرکزیت کا کوئی تصور نہیں تھا یہی مناسب حکمت عملی ہوسکتی تھی مزید یہ کہ عام مورخین کے یہاں اس مسئلہ پر کافی اختلاف، الجھن اور تضاد نظر آتا ہے، جس سے مغربی مصنفین کے اس شبہ کو حقیقت کا روپ ملتا ہے کہ عباسی عہد کے مورخین نے اپنے جد امجد کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے لئے (۲۰) دوسرے قریشی خاندانوں کو عموماً اور خاندان امیہ کو خصوصاً گرا دینے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ہاشم اور امیہ کے درمیان پہلے منافرہ اور پھر ایک نسل بعد ان دونوں خاندانوں میں حرب بن امیہ اور عبد المطلب بن ہاشم کے درمیان دوسرے منافرہ کا ذکر اسی کوشش کی غیر تاریخی یا کم از کم غیر منطقی دلیل ہے، اگر مختلف روایات کا معروضی اور تنقیدی جائزہ لیا جائے تو بلا کسی شک وشبہ کے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہاشم کو ملکی سیاست یا بین الاقوامی تجارت میں وہ مقام دراصل حاصل نہ تھا جو ہماری متداول کتب سیرت وتاریخ ثابت کرنا چاہتی ہیں، (۲۱) چنانچہ تمام روایات کے متفقہ بیانات کے مطابق ہاشم کو مکہ کی اشرفی میں صرف دو منصب حاصل تھے، جب کہ دوسرے قریشی خاندانوں کے پاس کم وبیش آٹھ عہدے تھے، اگر چہ ان میں سے امیہ کو صرف ایک عہدہ حاصل تھا لیکن اگر اسے عربوں کی جنگوں بھری تاریخ کے پس منظر دیکھا جائے تو سیاسی لحاظ سے قیادہ اہم ترین عہدہ تھا جہاں تک ہاشم کی مقامی اور بین الاقوامی تجارت میں حیثیت کا تعلق ہے وہ منفرد نہیں تھی کیونکہ ان کے تین بھائیوں عبد شمس، مطلب اور نوفل نے مساوی مقام پیدا کیا تھا (۲۲)، اور ایک روایت کے مطابق عبد شمس بین الاقوامی تجارت میں زیادہ اہم حیثیت کے مالک تھے،، (۲۳)۔

ہمارے مورخین نے ہاشم کو اس لئے نمایاں مقام عطا کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ حجاج کو پانی پلاتے اور کھانا کھلاتے تھے اور اس سلسلہ میں وہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہاشم بہت فیاض اور سخی تھے اور وہ مہمانان خدا کی خاطر مدارات پر اپنی دولت صرف کرتے تھے، (۲۴) حالانکہ انہیں مورخین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے وہ قریشی خاندانوں سے سقایہ اور رفادہ کے لئے ایک محصول وصول کرتے تھے جو فی خاندان ''سومثقال ہرقلی'' ہوتا تھا، (۲۵) اس سے ہاشم کو تنظیم واہتمام کا اعزاز ضرور ملتا ہے مگر سخاوت وفیاضی کا وہ فخر حاصل نہیں ہوتا جو ہمارے مورخین ثابت کرتے ہیں (۲۶) عرب کے دوسرے خاندان سخاوت وفیاضی میں اور اپنا مال خرچ کرنے میں کسی دوسرے سے پیچھے نہیں تھے، (۲۷) چنانچہ اس تنقیح سے ہاشم اور امیہ کے درمیان مبینہ منافرہ کی روایت تاریخی بنیادوں اور تنقیدی معیار پر پوری نہیں اترتی، اور عہد عباسی کے اس پروپیگنڈے کا حصہ معلوم ہوتی ہے جو اس زمانہ میں بنوامیہ کو مطعون کرنے کے لئے بڑے زور وشور سے بعض اطراف سے چلایا جارہا تھا، یہی حال کم وبیش عبدالمطلب بن ہاشم اور

حرب بن امیہ کے درمیان ہونے والے مبینہ منافرہ کا ہے، یہ وجہ ہے کہ ایک خاص طبقہ فکر کے مورخین کے سوا اور مصنفین و محققین نے ان دونوں منافرتوں کا ذکر ہی نہیں کیا ہے۔ پھر اگر ان دونوں خاندانوں کے درمیان دو موقعوں پر ہونے والے منافرہ کو تاریخی اور حقیقی تسلیم کرلیا جائے تو انہیں مورخین کی دوسری روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ منافرہ عرب سماج میں اکثر و بیشتر پیش آنے والا واقعہ تھا اور صرف خاندان ہاشم اور خاندان امیہ کے درمیان ہی محدود نہیں تھا (۲۸) ابن سعد کی روایت کے مطابق عبدالمطلب بن ہاشم اور طائف کے ثقفی سردار جندب بن حارث کے درمیان منافرہ ہوا تھا جس میں فیصلہ عبدالمطلب کے حق میں ہوا تھا (۲۹)، اسی طرح طبری کی ایک روایت میں عبد المطلب بن ہاشم نے ایک کنویں کی ملکیت کے نزاع پر اپنے چچا نوفل بن عبد مناف سے منافرہ کرنا چاہا تھا مگر قریشیوں نے چچا اور بھتیجے کے درمیان منافرے کرنے کے تنازعے میں پڑنے سے انکار کردیا تھا، (۳۰) حیرت ہے کہ قریشیوں نے چچا بھتیجوں کے درمیاں اس منافرہ سے پہلے اور بعد دو منافرہ ہونے دیے تھے، بہر کیف عبد المطلب نے اپنے چچا نوفل کے خلاف اپنے ننہالی رشتہ دار یعنی مدینہ کے نجاریوں سے فوجی مدد مانگی تھی، نوفل نے فوجی دباؤ کے تحت کنواں تو واپس کردیا مگر بنو ہاشم کی بجائے بنو عبد شمس سے معاہدہ حلف استوار کرلیا (۳۱) اسی طرح ازرقی نے بنو عدی ور شمس کے درمیان ایک منافرہ کا ذکر کیا ہے (۳۲)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرب سماج میں منافرہ کے کثرت وقوع کے باوجود کیا منافرہ سے دو متعلقہ شخصوں اور فردوں کے درمیان پیدا ہونے والی رنجش خاندانی رقابت اور چشمک میں تبدیل ہو جاتی تھی؟ اور کیا ایک منافرت کے اثرات اتنے گہرے اور دور رس ہوتے تھے کہ نسل در نسل عداوت اور دشمنی جاری و ساری رہے؟ ہاشمی اور اموی خاندانوں کے درمیان منافرہ پر مبالغہ آمیز زور دینے والے مورخین اور مصنفین اس کا اثبات میں جواب دیتے ہیں (۳۳)، لیکن حقائق اس کی نفی کرتے ہیں، مثال کے طور پر ہاشم اور امیہ کے درمیان پہلے منافرہ کے بعد تلخی پیدا ہوئی جس کے نتیجہ میں ایک روایت کے مطابق امیہ کو دس سال جلاوطنی کی زندگی گزارنی پڑی اور بھاری جرمانہ دینا پڑا (۳۴) اگر مورخین کے بیان کے مطابق دونوں خاندانوں میں عداوت کا یہ پہلا زہرناک بیج تھا جس نے دونوں کو ایک دوسرے کا ہمیشہ کے لئے دشمن بنا دیا تھا تو یہ لازمی نتیجہ ہونا چاہئے تھا کہ بعد میں ان دونوں کے درمیان اخوت، رشتہ داری، اور دوستی کے روابط نظر نہ آنے چاہئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب اور امیہ کے بیٹے حرب ایک دوسرے کے ندیم تھے، (۳۵) منطقی نتیجہ کے لحاظ سے ان دونوں کو ایک دوسرے کا ندیم (ہم مجلس) نہیں ہونا چاہئے تھا۔ جیسا کہ عبدالمطلب اور حرب کے درمیان منافرہ کے بعد ہوا، لیکن یہ رنجش محض وقتی اور ناپائیدار تھی کیونکہ عبدالمطلب نے اسکے بعد اپنی چھ بیٹیوں میں سے دو بیٹیوں صفیہ اور ام حکیم کی شادی بالترتیب حرب کے ایک بیٹے اور اموی خاندان کے ایک کریز سے کی تھی، تیسری بیٹی امیمہ بنو امیہ کے حلیف جحش سے منسوب تھیں (۳۶)، اسی طرح عبدالمطلب نے اپنے ایک بیٹے ابولہب کی شادی ام جمیل سے کی تھی جو حرب کی بیٹی اور ابو

سفیان کی بہن تھی، (۳۷) اگر دونوں سینہ منافرتوں کی رنجش اتنی ہی شدید ہوتی جیسی کہ بتائی جاتی ہے تو دونوں خاندان کے درمیان ازدواجی تعلقات استواری ناممکن ہوتی۔

اس کے علاوہ عبدالمطلب اور ثقفی سردار کے درمیان منافرہ کے باوجود دونوں قبائل میں تجارتی تعلقات برابر قائم رہے اور عبدالمطلب اور ان کے بعد عباس بن عبدالمطلب اہل طائف کو برابر سود پر ادھار دیتے رہے (۳۸) جہاں تک عبدالمطلب اور نوفل بن عبدمناف کے درمیان تنازعہ اور اس کے نتیجہ میں رنجش کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں طبری کی ایک روایت نوفل کو بری قرار دیتے ہوئے عبدالمطلب کے بارے میں کہتی ہے کہ انہوں نے نوفل کے خلاف قبیلہ خزاعہ سے حلف کا معاہدہ کیا تھا، (۳۹)۔

بہرکیف اس تمام تصریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اول تو منافرہ عرب سماج کے مختلف خاندانوں اور مختلف افراد کے درمیان ہوتا ہی رہتا تھا، اس میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کی تخصیص تاریخی دیانت کے خلاف ہے، دوسرے منافرہ کا اثر وقتی ہوتا تھا جو انفرادی تعلقات کو عارضی طور پر ضرور متاثر تھا مگر زندگی بھر کا روگ نہیں بنتا تھا، سوم یہ کہ منافرہ کی رنجش قومی عداوت اور خاندانی رقابت میں کبھی نہیں تبدیل ہوئی، اور چہارم یہ کہ عرب میں قومی دشمنی عموماً قبائلی بنیادوں پر چلتی تھی، اور پنجم یہ کہ یہ قبائلی اتحاد و حلف کے معاہدے بھی ضرورت اور وقت کے ساتھ بدلتے رہتے تھے جیسا کہ ہم بنی عبدمناف اور بنی عبدالدار کے درمیان مخالفت کے زمانہ میں دیکھ چکے ہیں اسی طرح بعثت نبوی کے زمانے میں ہم کو بین القبائلی رشتوں میں مسلسل تبدیلی نظر آئے گی (۴۰)۔

ہاشمی اور اموی خانوادوں کی سینہ رقابت کے سلسلہ میں مکی سیاست میں ان دونوں کی حیثیت کا جائزہ ہاشم، اور امیہ کے زمانے تک لیا جا چکا ہے حیرت کی بات ہے کہ ہمارے بعض فاضل مورخین نے ہاشم کے مقابلہ میں امیہ کو صفر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اور یہی کوشش انہوں نے عبدالمطلب کے مقابلہ میں امیہ کے جانشیں حرب کے لئے روا رکھی ہے، جب کہ حقائق اس کے برعکس نہیں ہیں تو اس کے خلاف ضرور ہیں اس کے لئے مکی اشرافیہ میں دونوں خاندانوں کے مقام کا جائزہ لینا ناگریز ہے، تذکرہ نگاروں کے بیان کے مطابق ہاشم کی اچانک موت کی بنا پر خاندان ہاشمی کے ہاتھ سے سقایہ اور رفادہ مطلب کے خاندان میں عارضی طور پر منتقل ہو گیا (۴۱) کیونکہ مشہور روایت کے مطابق ہاشم لاولد فوت ہو گئے تھے، بہرکیف بعد میں عبدالمطلب اپنے چچا کے ساتھ اپنی ننھیال سے مکہ آئے اور بلوغ پر اپنے باپ کے جانشین بنے۔ (۴۲) واضح رہے کہ عبدالمطلب کے پاس صرف دو عہدے سقایہ اور رفادہ تھے جبکہ قیادہ بنو امیہ کے شیخ حرب بن امیہ کے پاس تھا اور بقیہ سات مناصب دوسرے قریشی سرداروں کے ہاتھ میں تھے (۴۳)

عبدالمطلب کی ۵۷۸ء میں وفات کے بعد ہاشمی خانوادہ کی سیادت قبائلی انداز پر تقسیم ہوئی اور زبیر بن عبدالمطلب (فرزند اکبر) جنگ فجار ۵۹۱ء میں آل ہاشم کے علمبردار کی حیثیت سے نظر آتے ہیں (۴۴) جب کہ

ازرقی کے بیان کے مطابق رفادہ ابوطالب کو اور سقایہ عباس بن عبدالمطلب کو ملا تھا (۴۵) اگرچہ ابن اسحاق کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں (اور غالباً اس سے پہلے بھی) رفادہ کا عہدہ باری باری سے مکہ کے نو[9] خاندانوں میں گردش کرتا رہتا تھا (۴۶)، یہ روایت زیادہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ حاجیوں کی ایک بڑی تعداد کی خبرگیری اور کھانے کا مستقل انتظام ایک چھوٹے سے خاندان کے لئے کافی دقت طلب اور مشکل امر تھا۔ بہرکیف معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ہاشمی خانوادہ کی ساکھ کافی کم ہوگئی تھی، ابن سعد حرب کے زمانے میں جن آٹھ رؤسائے قریش کا ذکر کرتے ہیں ان میں تین اموی، ایک جمحی، ایک تیمی، ایک مخزومی ایک سہمی اور ایک عبدری تھے، ہاشمی خانوادہ میں سے کسی کا ذکر نہیں ہے (۴۷)۔ اس کے علاوہ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ''حرب بن امیہ'' قریش اور کنانہ کے سردار تھے، (۴۸)۔ حرب بن امیہ کی موت کے بعد قیادہ کا منصب ان کے بیٹے ابوسفیان بن حرب کو ملا (۴۹)۔ اس وقت سے لیکر فتح مکہ ۸ھ ۶۳۰ء تک ابوسفیان کی غیر حاضری میں قریشی افواج کی کمان ابوجہل مخزومی کے ہاتھ میں ہوتی تھی، یہاں اس امر کی طرف اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے اسلام اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف قریشی افواج کی قیادت ''اسلام دشمنی'' یا مخالفت رسول کی ذاتی بنیادوں پر نہیں کی تھی، بلکہ قریش کی اور اہل مکہ کی فوجوں کے مقررہ قبائلی قائدے کے طور پر کی تھی۔

جس میں ان کی اسلام دشمنی اور عداوت رسول کو اتنا ہی دخل تھا جتنا قریش کے تمام کفار بشمول ابولہب بن عبد المطلب ہاشمی اور عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کو تھا۔ (مختلف روایات کی بنیاد پر حضرت عباس کا ذکر محل نظر ہے۔ یحییٰ)

بہرکیف بعثت نبوی کے زمانے میں مکہ میں قریشی اشرافیہ کی جو تنظیم تھی العقد الفرید اور ازرقی کے متفقہ بیان کی صورت میں حسب ذیل تھی۔

۱	حجابہ، لواء	عثمان بن طلحہ	بنوعبدالدار
۲	رفادہ	حرث بن عامر	بنونوفل
۳	سقایہ	عباس بن عبدالمطلب	بنوہاشم
۴	مشورہ	یزید بن ربیعۃ الاسود	بنواسد
۵	دیت و مغارم	ابوبکر بن ابی قحافۃ	بنوتیم
۶	قیادہ	ابوسفیان بن حرب	بنوامیہ
۷	قبہ	ولید بن مغیرہ	بنومخزوم
۸	سفارہ و منافرہ	عمر بن خطاب	بنوعدی
۹	ازلام وایسار	صفوان بن امیہ	بنوجمح
۱۰	اموال	حرث بن قیس	بنوسہم (۵۰)

جیسے کہ اوپر حوالہ گزر چکا ہے کہ یہ مناصب اور عہدے ان خاندانوں میں نسل در نسل منتقل ہوتے رہے اور اس کی تصریح صاف الفاظوں میں العقد الفرید کے ایک روایت سے ہوتی ہے (۵۱)، جدید مورخین خصوصا مغربی محققین کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ قریش کے مختلف سرداروں کی اشرافیہ شہری حکومت کا کاروبار چلاتی تھی (۵۲)۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قریش کے تمام اہم خاندان ایک دوسرے کے ہم پلہ تھے البتہ بعض ادوار بعض عظیم شخصیات کی بدولت ان خاندانوں کے وقار اور ساکھ میں اتار چڑھاؤ آتا ہی رہتا تھا۔ عرب کے قبائلی نظام میں کسی خاندان کی اجارہ داری ممکن ہی نہیں تھی کیونکہ کوئی ایک خاندان دوسرے کی برتری تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا مکہ کے قریشیوں کی چشمک برادرانہ زیادہ تھی معاندانہ کم، جبکہ عام خیال یہ ہوگیا ہے کہ قریش کے مختلف خاندان ایک دوسرے کو زک دینے پر تلے رہتے تھے، نہ ہی ان کی مسابقت کی کشمکش قبائلی دشمنی پر مبنی تھی جیسا کہ عرب کے متعدد قبائل کے درمیان دستور تھا۔

بہرکیف ہاشمی اور اموی خاندانوں کے درمیان رقابت کے سلسلہ میں یہ نکتہ اہم ہے کہ یہ دونوں ''عم زاد خاندان'' ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں تھے اور دشمنی اور عداوت کے جذبات کبھی کارفرما نہیں رہے، اس نظریہ کی تصدیق دونوں خاندانوں کے درمیان کاروباری اور تجارتی تعلقات اور ازدواجی رشتوں سے ہوتی ہے، ذکر گزر چکا ہے کہ عبدالمطلبؓ نے اپنی دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کی شادی بنی امیہ میں کی تھی، خود نبی اکرم ﷺ نے بعثت سے قبل اور (ہجرت کے بعد) خاندان امیہ سے ازدواجی رشتے قائم کیے تھے، آنجناب کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب کا نکاح اموی خانوادہ کے ایک ممتاز فرد ابوالعاص بن ربیع بن عبدشمس سے (۵۳) اور دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ کا نکاح ایک اور اموی اہم فرد حضرت عثمان بن عفان سے مکہ میں قبل از بعثت ہو چکا تھا (۵۴) اگر اموی اور ہاشمی خاندانوں میں ویسی ہی عداوت ہوتی جیسی کہ ہمارے بعض طبقے بتاتے ہیں تو کم از کم بعثت نبوی سے پہلے کے زمانہ میں ان دونوں خاندانوں میں ازدواجی تعلقات کا قیام ممکن نہ ہوتا۔

گزشتہ صفحات میں متعدد روایات اور واقعات کی تنقیح وتنقید سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ خاندان بنی ہاشم اور خاندان بنی امیہ کے درمیان برادرانہ چشمک رہی ہو تو رہی ہو مگر قومی اور خاندانی عداوت کبھی نہیں رہی، پھر آخر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مفروضی رقابت کی شہرت کب اور کیوں کر ہوئی؟ اوپر حوالہ گزر چکا ہے کہ دونوں خاندانوں میں رقابت ثابت کرنے کا کام عباسی خلافت کے دعویداروں کا ہے وہ اس کے بغیر بنی امیہ کی حکومت کو غاصب اور دشمن اسلام نہیں ثابت کر سکتے تھے، چنانچہ ان ''اموی دشمن'' طبقات نے اپنے سیاسی مقاصد واغراض کے تحت بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان تاریخی عداوت کے واقعات گھڑے اور ان کو اتنی شہرت دی کہ وہ عہد عباسی میں لکھی جانے والی کتب تاریخ میں جگہ پا گئے، یہ بڑی عجیب بات ہے کہ سیرت نبوی کی موجودہ اولین کتاب یعنی

ابن اسحاق کی سیرت رسول اللہ میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان منافرہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے، جب کہ دوسری متداول کتب میں اس کے جا بجا حوالے ملتے ہیں غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ ابن اسحاق عہد عباسی کے آغاز ہی میں اپنی کتاب مکمل کر چکے تھے جب عوامی پروپیگنڈے نے علمی دنیا میں راہ نہ پائی تھی، بہر کیف بعثت نبوی سے قبل مکہ کی سیاسی زندگی میں بنو امیہ اور بنو ہاشم کو منجملہ دوسرے قریشی خاندانوں کے کم و بیش مساوی درجہ حاصل تھا اور کسی کو کسی پر فضیلت و برتری مستقل طور پر نہیں حاصل تھی، حیرت ہے کہ بنو ہاشم کی افضلیت و تفوق کے دعویداروں کے لئے یہ شرف کافی نہیں ہو سکا کہ بنو ہاشم میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جنم لیا تھا، یہ وہ شرف ہے جو خاندان ہاشم کو نہ صرف بنی امیہ، بلکہ تمام اقوام عالم پر برتری عطا کرتا ہے۔

حواشی

(۱) شبلی نعمانی، سیرت النبی، دار المصنفین اعظم گڑھ، طبع سوم ۱۳۳۲ھ، جلد اول ص ۱۹۸، "خاندان ہاشم اور بنو امیہ برابر کے حریف تھے اور دونوں میں مدت سے رشک و رقابت چلی آ رہی تھی"۔ قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، لاہور ۱۹۲۱ء، جلد دوم ص ۷۲-۱۷۱ نیز ملاحظہ ہو نکولسن (A Literary History Of The Arabs) لندن ۱۹۲۳ء، ص ۶۵ لیکن بعض مغربی مورخین اور مستشرقین نے اس روایتی رقابت پر اپنے شکوک کا اظہار کیا ہے، ان میں سے رسول کریم ﷺ کے موجودہ دور کے اہم ترین سوانح نگار موٹگمری واٹ، کے خیالات ان کی کتاب (Muhammad at mecca) میں بہت اہم ہیں۔

(۲) شبلی نعمانی ص ۱۲۰، کے الفاظ ہیں "آنحضرت ﷺ کی نبوت کو خاندان بنو امیہ اپنے رقیب (ہاشم) کی فتح خیال کرتا تھا اس لئے سب سے زیادہ اسی قبیلہ نے آنحضرت کی مخالفت کی"

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت ۱۹۶۰ء جلد اول ص ۷۶، ابن جریر طبری، تاریخ طبری دار المعارف، القاہرہ ۱۹۶۱ء جلد دوم ص ۲۵۶-۲۵۲، شبلی نعمانی، ص ۱۹۸، رحمۃ للعالمین ص ۷۲-۱۷۱۔

(۴) ابن سعد ص ۷۶ طبری ۵۴-۲۵۲۔

(۵) ابن اسحاق، سیرۃ رسول اللہ، انگریزی ترجمہ بعنوان The Life of muhammad اے گلیوم آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن ۱۹۵۵ء، ص ۵۲، ۹-۴۸،

(۶) ابن سعد، ص ۶۹، ۶۸، شبلی ص ۱۵۴، حاشیہ ۱

(۷) ازرقی، کتاب اخبار مکہ، مرتبہ فرڈی ننڈ وسٹفلڈ (Ferdinand wutsefeld) بیروت ۱۹۶۴ء، ص ۶۶-۶۴، طبری اردو ترجمہ محمد ابراہیم ندوی، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۴۸، ۴۷۔

(۸) بخاری، الصحیح، باب مبعث النبی، ابن اسحاق، ص ۴۹، ابن سعد، ص ۶۶، ۶-۵۵، طبری ص ۴۶-۴۱،

(۹) ابن سعد، ص ۷۱-

(۱۰)ابن اسحاق، صفحہ ۵۲، ۱۴۹-۱۴۸، ابن سعد ص ۴۹-۴۸۔ ازرقی ص ۶۲۳ طبری ص ۴۳ شبلی نے ابن اسحاق اور ابن سعد کی اس روایت کو قبول کیا ہے جس کے مطابق قصی کو مکہ کی سرداری خزاعی سردار جلیل بن حبشہ کی بیٹی حبی سے شادی کرنے کی بنا پر حاصل ہوئی تھی مگر دونوں قدیم مورخین کی ایک روایت پہلی روایت کی نفی کرتی ہے۔

(۱۱)ابن اسحاق، ص ۵۳، ۵۲، ابن سعد ص ۷۰، ازرقی ص ۶۴، طبری ص ۴۳، شبلی ص ۱۵۳، صرف ازرقی نے قیادہ کا ذکر کیا ہے، باقی عام مورخین اس عہدہ کا عام طور سے ذکر نہیں کرتے ہیں کی، سیاست میں قیادہ کا عہدہ بہت اہم ہوتا تھا اور عملی طور پر اس پر فائز شخص قریش کا سردار سمجھا جاتا تھا، حیرت ہے کہ مورخین اتنے اہم عہدے کا ذکر کیوں نظر انداز کر جاتے ہیں؟، مورخین کی اس روش سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اس عہدہ کو نظر انداز کرنے کا سبب یہ تو نہیں تھا کہ قصی کی تیسری پیڑھی میں یہ عہدہ عبد شمس کو ملا تھا اور پھر انہیں کے خاندان میں بعثت نبوی کے عہد تک قائم رہا۔

(۱۲)ابن سعد، ص ۷۰ نیز ابن اسحاق، ص ۵۳، ۵۲، طبری ص ۴۴، شبلی ص ۱۵۳ یہاں شبلی کے اس خیال کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قصی نے سقایہ اور رفادہ کے عہدے قائم کئے تھے شبلی کا یہ خیال تاریخی حقیقت کے خلاف ہے، اس طرح سقایہ کے عہدے کے سلسلہ میں زمزم کا ذکر بھی تاریخی حقیقت کے منافی ہے کیوں کہ زمزم مدتوں سے گم تھا اور اس کو قصی کے پڑپوتے عبدالمطلب بن ہاشم نے بازیافت کیا تھا ملاحظہ ہو ابن اسحاق ص ۶۱-۵۸، ابن سعد ص ۸۱، شبلی ص ۱۵۶۔

(۱۳)ابن عبدربہ، العقد الفرید، قاہرہ ایڈیشن، جلد سوم ص ۳۱۵۔

(۱۴)ابن اسحاق ص ۵۶ ابن سعد ص ۷۳ طبری ص ۲۵۔

(۱۵) ابن سعد، ص ۷۴، نیز طبری ص ۴۴، حیرت ہے کہ شبلی ص ۱۵۴ نے دونوں روایتیں قبول کر لی ہیں دوسرے یہ کہ انہوں نے عبدالدار کو سب بھائیوں میں "نا قابل" بتایا ہے جو قدیم مورخین کے بیانات کی صریح نفی کرتا ہے۔

(۱۶)ابن سعد، ص ۷۷ کے مطابق مختلف خاندانہائے قریش کی گروہ بندی حسب ذیل ہیں۔

گروہ الف/المطیون	گروہ ب/الاحلاف	گروہ ج/
[خاندان عبدمناف کے حامی]	[خاندان عبدالدار کا حامی]	[غیر جانبدار]
۱۔بنو اسد	۱۔بنو مخزوم	۱۔بنو عامر بن لوی
۲۔بنو زہرہ	۲۔بنو سہم	۲۔بنو محارب بن فہر
۳۔بنو تیم	۳۔بنو جمح	
۴۔بنو حارث بن فہر	۴۔بنو عدی	

مصعب زبیری، کتاب نسب قریش ص ۳۸۳ میں اول الذکر دو گروہوں کا ذکر کرتے ہیں، تیسرے کا نہیں۔

(۱۷)ابن اسحاق، ص ۵۷، ۵۶، ابن سعد ص ۷۷، واٹ ص ۵، شبلی ص ۱۵۵-۱۵۴، ان تمام مورخین میں صرف طبری واحد مورخ ہیں جو اس تصادم کا ذکر نہیں کرتے ہیں، گویا کہ وہ ازرقی کی تائید کرتے ہیں، ملاحظہ ہو اگلا حاشیہ۔ طبری، نیز منٹگمری واٹ ص ۵ کا یہ خیال صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ اس صلح کے بعد عبدالدار کی حیثیت برائے نام رہ گئی تھی اور عبدمناف مکہ کے مالک بن گئے تھے، عبدالدار کے پاس اب بھی تین اہم عہدے تھے جس سے ان کے مقام کا درجہ ظاہر ہے۔

(۱۸) ازرقی، ص ٦٦۔

(۱۹) ایضاً ص ٦٦ طبری ص ۳۷ کا یہ بیان کہ ''ہاشم اپنے باپ عبد مناف کے بعد سقایہ اور رفادہ کے مالک بنے'' بہت اہم ہے اگر چہ وہ عبد شمس کو قیادہ کا منصب ملنے کے ذکر کو نظر انداز کرتے ہیں، تاہم ان کی روایت بنو عبد مناف اور بنو عبد الدار کے درمیان مبینہ تصادم کی روایت کی نفی کرتی ہے۔

(۲۰) مورخین کے تضاد کو ظاہر کرنے کے لئے صرف ایک نکتہ کا ذکر کافی ہے، مشہور روایت کے مطابق ہاشم نے بنو سے لڑکر سقایہ اور رفادہ کے مناصب حاصل کئے تھے مگر دوسری روایت کے مطابق ان کو یہ عہدے باپ سے وراثت میں ملے تھے تعجب ہے کہ واٹ ص ۵ نے بھی اس تصادم کی روایت کو قبول کر لیا ہے،

(۲۱) طبری ۳۱۔

(۲۲) ابن سعد ص ۹، ۷۸، ۷۵، طبری ص ۳۷، شبلی ص ۱۵۵

(۲۳) طبری، ص ۳۷ کا یہ بیان بہت اہم ہے کہ ''عبد مناف کے چاروں بیٹے اپنے باپ کے بعد قوم کے سردار ہوئے، ان کو مجبرون کہتے ہیں کیوں کہ ان کی وجہ سے اللہ نے قریش کی حالت درست کردی، انہوں نے ہی سب سے پہلے قریش کیلئے دوسرے ملکوں میں سکونت کے لئے اجازت نامے حاصل کئے، اس کی وجہ سے قریش دور دور تک پھیل گئے ہاشم نے شاہان روم اور غسانیوں سے، عبد شمس نے نجاشی حبشہ سے، نوفل نے کسریٰ ایران سے اور مطلب نے ملوک حمیر سے ان کے علاقوں میں آبادکاری اور تجارت کے پروانے حاصل کئے۔

(۲۴) ابن سعد، ص ۷۸، طبری ص ۳۸، ۳۷، شبلی ص ۱۵۵

(۲۵) ابن سعد، ص ۷۸

(۲۶) ابن اسحاق، ص ۵۸ ہاشم کی تقریر کا ایک ٹکڑا نقل کرتے ہیں'' کہ اگر میرے ذرائع کافی ہوتے تو میں تم پر یہ بوجھ نہ ڈالتا'' ظاہر ہے کہ ہاشم سقایہ اور رفادہ کے اخراجات پر صرف اپنی دولت نہیں صرف کرتے تھے اور نہ ہی یہ ایک شخص یا ایک خاندان کے بس کی بات تھی جیسا کہ ابن اسحاق ص ۲۱-۳۲۰، کے ایک اور حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

(۲۷) ابن اسحاق، ص ۲۱-۳۲۰، ازرقی ص ۱۷۵، کا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ولید بن مغیرہ تنہا ایک سال غلاف کعبہ کے اخراجات اٹھاتے تھے جب کہ دوسرے سال قریش کے دوسرے تمام خاندان چندہ کر کے غلاف کعبہ منگواتے تھے اسی لئے ان کو العدل کا خطاب ملا تھا۔

(۲۸) ازرقی، ص ۲۷۴ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد ص ۸۸، ۱۸۷ اور حوالہ جات آئندہ،

(۲۹) ابن سعد ص ۴۸۸۔

(۳۰) طبری ص ۳۵، ۳۴

(۳۱) ایضاً لیکن طبری ص ۳٦ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نوفل نے اس واقعہ کے بعد خود کچھ نہیں کیا تھا البتہ عبد المطلب نے خود خزاعہ سے حلف کا معاہدہ کرلیا تھا، زبیری ص ۱۹۷ کا بیان ہے کہ نوفل کے بیٹے عدی بن نوفل نے عبد المطلب

سے سقایہ عدی جو صفا اور مروہ کے درمیان واقع تھا کے سلسلہ میں نزاع کیا اور اپنے رشتہ داروں کی مدد سے حاصل کرلیا جیسا کہ روایت سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن زبیری، ص ۱۹۷ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوفل کے بیٹے عدی نے عبدالمطلب سے نزاع کیا تھا اور بنی خویلد بن اسعد کی مدد سے کامیابی حاصل کی تھی۔

(۳۲) ازرقی ص ۴۷۲،

(۳۳) ابن سعد، ص ۷۸،۷۷،۷۶، طبری ص ۳۷۳۸۔

(۳۴) ابن سعد اور طبری کی روایت اس اعتبار سے بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ عبد شمس کے بعد امیہ قریش کے قائد ہونے کے سبب مکہ میں موجود رہے تھے۔

(۳۵) ابن سعد ص ۸۷

(۳۶) ابن سعد، طبقات کبریٰ، مرتبہ سخاؤ (Sachav) لندن ۱۹۰۵ء جلد ہشتم ص ۳۱۔۲۷۔ ابوعبداللہ مصعب الزبیری

کتاب نسب قریش مرتبہ لیفی بروفنسال، پیرس ۱۹۵۳ء، ص ۱۹،۱۸۔

(۳۷) ازرقی ص ۲۲۳، ابن سعد، چہارم ص ۵۹، ام جمیل کے دو بیٹے عتبہ اور معتب بعد میں اسلام لائے۔

(۳۸) ابن سعد، مرتبہ سخاؤ، جلد ہشتم ص ۳۱، ۲۷، ازرقی ص ۷۰،۷۱، طبری، تفسیر آیت ربا ازرقی ص ۷۰، فتوح البلدان مصر ۱۹۳۲ء، ص ۶۸،

(۳۹) طبری ص ۳۶،

(۴۰) واٹ: ص ۸۔۶ نے مآخذ کی بنیاد پر بعثت نبوی کے قریب زمانے میں حسب ذیل گروہ بندی بتائی ہے۔

گروہ الف ر	گروہ ب	گروہ ج
ا۔ بنوہاشم	ا۔ بنوعبدشمس (امیہ)	ا۔ بنومخزوم
۲۔ بنوالمطلب	۲۔ بنونوفل	۲۔ بنوسہم
۳۔ بنوزہرہ	۳۔ بنواسد	۳۔ بنوجمح
۴۔ بنوتیم	۴۔ بنوعامر	۴۔ بنوعبدالدار
۵۔ بنوعدی		
۶۔ بنوالحارث بن فہرہ		

(۴۱) ابن اسحاق، ص ۵۹، ابن سعد، ص ۸۱؛ طبری، ص ۳۸، واٹ ص ۳۱،

(۴۲) ابن اسحاق، ص ۶۱۔۵۸؛ ابن سعد، ص ۸۳؛ شبلی، ص ۷-۱۵۶،

(۴۳) ازرقی ص ۷۱ کے مطابق ۵۷۳ء میں سیف ذی یزن والی یمن کو حبشہ پر فتح حاصل کرنے اور عرب قوم کی بے عزتی کا بدلہ لینے پر جو قریشی وفد مبارک باد دینے گیا تھا اس میں تین سردار قریش تھے عبدالمطلب، امیہ اور خویلد بن اسد، اسی زمانہ کے لگ بھگ قریش اور بنی بکر بن عبد مناۃ (کنانہ) میں جنگ ہوئی جس میں قیادہ کا عہدہ حرب بن امیہ کے پاس تھا جس طرح فجار کی جنگوں میں حرب نے قریشی افواج کی کمان کی تھی، ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ عبدالمطلب کو قریش کا رئیس اعظم ثابت کرنا نیک جذبہ تو ضرور ہے، مگر بے واقعہ اور تاریخی حقیقت کے خلاف، ملاحظہ ہو شبلی ص ۷۔۱۵۶ وغیرہ۔

(۴۴) ابن سعد، اول ص ۱۲۷

(۴۵) ازرقی ص ۷۰

(۴۶) ابن اسحاق، ص ۲۱،۳۲۰ جنگ بدر کے اختتام پر حسب ذیل تفصیل رفادہ کے سلسلہ میں دیتے ہیں کہ قریش کے مذکورہ زیریں خاندانوں کے مالداراور اہم افراد باری باری سے رفادہ کا انتظام کرتے تھے۔

۱۔ بنو ہاشم	= عباس بن عبدالمطلب
۲۔ بنو عبد شمس	= عتبہ بن ربیعہ
۳۔ بنو نوفل	= حارث بن عامر اور طعیمہ بن عدی۔ باری باری سے
۴۔ بنو اسد	= ابوالبختری اور حکیم بن حزام ... باری باری سے
۵۔ بنو عبدالدار	= نضر بن حارث
۶۔ بنو مخزوم	= ابوجہل
۷۔ بنو جمح	= امیہ بن خلف
۸۔ بنو سہم	= نبیہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج، باری باری سے
۹۔ بنو عامر بن لوی	= سہل بن عمرو بن عبد شمس

(۴۷) ابن سعد، ص ۱۲۷،

(۴۸) ابن اسحاق ص ۸۲

(۴۹) العقد الفرید، جلد سوم، ص ۳۱۴، نیز ازرقی ص ۷۱۔

(۵۰) العقد الفرید، جلد سوم، ص ۳۱۴، ازرقی ص ۷۱، ان دونوں کے بیان میں تھوڑا سا اختلاف ہے العقد الفرید کا بیان ہے کہ لواء بنو امیہ کے پاس تھا جو کہ غلط ہے کیونکہ لواء ہمیشہ بنوعبدالدار کے ہاتھ میں رہا جیسا کہ ازرقی ص ۶۷ تصریح کرتے ہیں، اس کے علاوہ جنگ بدر میں مکہ کی فوج میں لواء کا عہدہ بنوعبدالدار کے ایک فرد کے پاس ہی تھا، ملاحظہ ہو ابن سعد ص ۱۵ جو کہتے ہیں کہ قریش مشرکین کے تین لواء تھے اور تینوں بنوعبدالدار کے افراد کے ہاتھوں میں تھے، زبیری ص ۵۴۔۲۵۱، نے غزوہ احد میں کم سے کم ۹ علمبرداروں کے نام گنائے ہیں جو کہ فوج میں تھے اور یہ سب کے سب عبدری تھے، اسلئے ازرقی کا بیان صحیح ہے کہ بنوامیہ کو قیادہ حاصل تھا، بنوعبدالدار میں حجابہ، ندوہ اور لواء کے تاریخی تسلسل کیلئے ملاحظہ ہو ازرقی ص ۶۷-۶۶

(۵۱) العقد الفرید جلد سوم، ص ۳۱۵

(۵۲) گرونی بام (Greunebaum) کلاسیکل اسلام (Classical Islam) ترجمہ کیتھرین واٹسن (Catherine watsan) لندن ۱۹۷۰ء ص ۲۰، اس کی تائید الفاکہی کتاب المنتقی اخبار ام القریٰ مرتبہ Ferdinand Wotseu feld) بیروت ۱۹۶۴ء ص ۱۴۳ سے ہوتی ہے الفاکہی کا بیان ہے کہ "ان میں سے کوئی بھی قریش پر بادشاہ نہیں تھا بلکہ وہ قریش کی رضامندی سے قوم کے سردار بنے تھے"۔

(۵۳) ابن اسحاق، ص ۳۱۳، بخاری باب فضائل اصحاب النبی کی ایک حدیث میں انہیں کی تعریف ہے۔

(۵۴) ابن اسحاق، ص ۱۴۳۔۱۱۴ابن سعد، سوم ص ۵۵ نیز شبلی، دوم ص ۲۶، ۲۲۳، ۲۲۲، مصعب زبیری ص ۲ مصعب الزبیری ص ۱۸، کے مطابق حضرت عثمان بن عفان رشتہ میں عبدالمطلب ہاشمی کے نواسے ہوتے تھے کیونکہ ان کی ماں اُروی بنت کریز عبدالمطلب کی بیٹی ام حکیم کی دختر تھیں۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ، جولائی ۲۰۰۲ء)

(بقیہ صفحہ 64)

شش ماہی ''السیرۃ'' (عالمی)

آج کل، کتابی ضخامت وقامت اور حلیہ وحجم کے اردو جریدے، بیش تر ادبی موضوعات سے سروکار رکھے ہوئے ہیں۔ ''السیرۃ'' نے اس فیشن سے یکسر ہٹ کر، ایک نیا اور منفرد تجربہ کیا، اور ہر چھے ماہ بعد، سیرت نبوی (علیہ التحیۃ والتسلیم) پر، ایک ''کتاب'' پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ماشاء اللہ، اب ساتواں شمارہ (ربیع الاوّل ۱۴۲۳ھ) ہمارے سامنے ہے۔ اس میں شامل مقالات کے عناوین ایک نظر دیکھیے۔ مقامِ محمد (ﷺ)...... ایام النبی (ﷺ)...... کتاب اللہ واصحاب رسول اللہ (ﷺ)...... حبِ رسول اور اس کے تقاضے...... عہدِ رسالت میں صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی فقہی تربیت...... حضور (ﷺ) کا تعلیمی انقلاب...... رسول اکرم (ﷺ) اور تعدد ازواج...... اور مخطوطات حدیث وسیرت......!

خصوصاً فاضل جلیل پروفیسر ظفر احمد صاحب کا مقالہ ''کتاب اللہ واصحاب رسول اللہ'' اس پائے کی علمی کاوش ہے کہ کڑے سے کڑے تحقیقی معیار پر پرکھا جائے، تو داد کا مستحق ٹھہرے۔ یہ...... مقالہ کم اور ایک نہایت نپا تلا، بادلیل و باحوالہ، اور نہایت مؤثر ''لیکچر'' زیادہ ہے۔ استدلال اور بیان کا بہاؤ ایسا کہ قاری سرشاری اور ''گرفتاری'' کی کیفیت میں اس بہاؤ کے ساتھ ساتھ بہتا چلا جاتا ہے۔ اور ایک لطف بلکہ کمال یہ بھی ہے کہ حوالے، ہر دو طرح کے مآخذ سے دیئے گئے ہیں۔ یعنی معرُوف معنوں میں ''مخالف'' اور ''موافق'' مآخذ سے!

پروفیسر ظفر احمد صاحب، گورنمنٹ ایس ای کالج بہاول پور میں شعبہ علوم اسلامیہ کے صدر رہے ہیں۔ آج کل ''ریٹائرڈ لائف'' سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ یہ ''السیرۃ'' کے لیے اعزاز، اور قارئینِ ''السیرۃ'' کے لیے تشکر وطمانیت کا مقام ہے کہ پروفیسر صاحب ایسے یگانہ فاضل، برابر اس مجلّے کی قلمی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ اس سے پہلے، ان کا مقالہ ''سیرت نبوی کے توقیتی تضادات (اور ان کا حل)'' اسی مجلّے کے توسط سے، قارئین تک پہنچا۔ یہ وہ مہتم بالشان علمی کارنامہ ہے کہ کسی بھی زبان کے سیرتی سرمائے میں، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس مقالے کو تو عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی سمیت دنیا کی ہر اس زبان میں ترجمہ ہونا چاہیے تھا کہ جو سیرتی سرمائے سے ثروت مند ہے۔

''السیرۃ'' کے زیر نظر شمارے کی قیمت ۱۲۵ روپے (۱۸، امریکی ڈالر) ہے اور ملنے کا پتا وہی...... اے ۴/ ۷ ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ۱۸، (پوسٹ کوڈ ۷۴۶۰۰) ہے۔ ضخامت، ۴۳۲ صفحات ہے۔